مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی (کاندھلہ، انڈیا) قسط:۲

صحابۂ کرام، خصوصاً ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے سیدنا علی اور خانوادہ حسنین رضی اللہ عنہم کی متواتر رشتہ داریاں

اب ہونا کیا چاہیے؟

یہ نظریہ رکھنے والے لوگ، چار پانچ کے علاوہ جملہ صحابہ کرام کو بالکل نظر انداز بلکہ مسترد کرتے ہیں، ان کا احترام تو کیا کرتے، ان کی جلالت شان اور عظمت وکرامت کی کیا تحسین کرتے، وہ تو (توبہ، توبہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ) ان سب کے ایمان پر شک ظاہر کرتے ہیں، لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے سخت الزامات وافترا آت اور ناقابل عبور اختلافات کی وسیع ترین خلیج کے ہوتے ہوئے، جس میں ایک نسبتاً بہت چھوٹا سا گروہ یا جماعت، اُمّتِ مسلمہ کے اجتماعی عقیدہ اور جملہ احادیث وروایات اور متعبر سے معتبر تاریخی حوالوں کو مسترد کر رہی ہے اور اکثریت کے بڑے سے بڑے دینی مذہبی پیشواؤں کی نہایت شدید اور مسلسل دل آزاری کرنے، اکثریت کے دلوں کو ہر وقت زخم پہنچانے اور ہر دن نئے انداز سے ناوک فگنی کرنے کو، اپنا کمال اور عبادت سمجھتی ہے۔

اور اس صورت میں جب اہلِ سنت کے دلائل کو (بقول خود) محبین اہلِ بیت رد کرتے ہیں اور اہلِ تشیع کے دلائل کو اہلِ سنت ناقابل اعتبار گردانتے ہیں، تو اب وہ کون سا تیسرا اور ایسا معتمد ذریعہ ہے جس کی صداقت اہل تشیع بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوں اور اہلِ سنت کو بھی اس سے اختلاف نہ ہو اور اس سے یہ بھی بے غبار سامنے آجائے کہ سچائی دراصل کہاں ہے۔ کیا واقعتاً حضرات اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے درمیان ایسے ہی اختلافات تھے جن کی گرہ کشائی ناممکن تھی، یا دونوں بڑوں، ان کی اولاد، خاندان اور نسلوں کے درمیان محبت ومؤدت، کرم فرمائی واحسان مندی کا ایسا دراز سلسلہ تھا، جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑتی چلی جاتی تھیں، اور کہا جا سکتا تھا کہ ان میں قربت و عنایات کی ایک دائمی لہر، ایسا دریا زمزم بہہ رہا تھا، جس کے کناروں پر، اعتبار واعتماد وراحت ودل آویزی اور قرابت و قربت کے چمنستان آباد تھے۔ تاریخ اور علم الانساب کے دفتر کہہ رہے ہیں کہ ایسا ہی تھا، دونوں خاندانوں میں عہدِ نبوی میں، جو یگانگت آپس داری اور قرابت وقربت کی ڈور بندھی تھی، وہ نسلوں تک اسی طرح بندھی رہی، اس میں اسی طرح گل بوٹے نکلتے رہے اور اسی طرح اس پر نئی نئی بہار آتی رہی اور نئے نئے پھول نمودار ہوتے رہے۔

ان تمام رشتوں کی تفصیلات سے پہلے اس موضوع کو مکمل کرنے کے لیے مختصراً یہ جان لینا بھی نہایت مفید اور چشم کشا ہوگا کہ حضرت صدیق اکبر، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے متعلق، دامادِ رسول، حضرت علی حیدر رضی اللہ عنہ، ان کے صاحبزادگانِ سراپا منزلت اور اُن کے محترم اخلاف، خصوصاً حضرت محمد باقر اور حضرت جعفر صادق رحمہما اللہ کیا فرماتے تھے، ان کے دلوں میں حضرات شیخین کی محبت کس درجہ رچی بسی ہوئی تھی اور یہ سب شیخین کی محبت اور اتباع کو کیا

بلند مقام دیتے تھے۔ قابلِ توجہ یہ ہے کہ آئندہ سطور میں درج اس طرح کی تمام روایتیں شیعوں کے مستند ترین آخذ میں شامل ہیں، اوران کے نہایت معتمد لوگوں سے حوالے منقول ہیں، لہٰذا ان کی صحت میں شیعہ صاحبان کو بھی کلام نہیں مگر......

اس کے بعد آل ابی طالب کے خاندانوں کی شیخین وغیرہمؓ سے قریب ترین رشتہ داریوں، نسبتوں اور دائمی ربط وضبط کی تفصیلات، معتبر شیعہ کے حوالہ سے نقل کی جارہی ہیں، جوان لوگوں پر بطور خاص حجت ہیں، جوان کتابوں اوران کے مصنفین کو اپنا مسلّمہ عالم اور پیشوا مانتے ہیں۔ **و الله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم**

کسی پر بھی لعنت کرنے کی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی زبان سے صاف ممانعت:

حالانکہ خود اس فرقہ کی اہم ترین مذہبی کتابوں میں، اس لعن طعن کی ممانعت ہے، اس سے منع کیا گیا ہے اور برملا کہہ دیا گیا ہے کہ:

ان اللعنة اذ خرجت من فی صاحبها ترددت، فان وجدت مساغا و الا رجعت علی صاحبها. (اصول کافی، شیخ یعقوب کلینی، ص: ۵۴۷۔۵۴۸۔ منشی نول کشور لکھنؤ: ۱۳۰۲ھ)

ترجمہ: جب کسی کے منہ سے (کسی کے لیے لعنت) نکلتی ہے تو وہ ٹھہر جاتی ہے، جس پر لعنت کی گئی ہے، اگر وہ اس کا مستحق ہو تو اس پر جاتی ہے، ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

یہ روایت اہل تشیع اور خانوادہ اہل بیت کو ماننے کا دعویٰ کرنے والوں سے، بہت کچھ کہہ رہی ہے اور سوال کرتی ہے کہ جب تم ہمارے کہنے والوں کی یہ ہدایات نہیں مانتے، پھر ماننے اور محبت کا دعویٰ کیسا؟ اس روایت کا بہت ہی اہم پہلو یہ ہے کہ یہ روایت بھی اور اس موضوع کی ایک اور روایت، خود حضرات حسنین اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔ کیا ان کے ایسے صاف اقوال کو نظر انداز کر کے، بلکہ ان کی کھلی مخالفت کر کے، خود کو ان حضرات کا ماننے والا کہا جا سکتا ہے اور کیا ان کی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیمات کو جان بوجھ کر، چھوڑنے اور نظر انداز کرنے سے راہِ ہدایت حاصل ہوسکتی ہے؟

حضرات شیخین سے حضرت علی اور خانوادہ حسنین رضی اللہ عنہم کی محبت اوران کی تقلید کی روایات:

اوراس کے ساتھ ہی اس کا جائزہ لینا بھی نہایت ضروری ہے کہ، وہ تمام اکابر جن کو اہل تشیع اپنے سب سے بڑے مقتداؤں میں جانتے ہیں وہ اپنی زبان سے حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی نسبت کیا فرماتے تھے اوران کے یہ ارشادات گرامی وہ نہیں ہیں جو علمائے اہلِ سنّت کی کتابوں میں درج ہیں، بلکہ یہ خود اہلِ تشیع کے ممتاز و معتبر ترین آخذ میں درج ہیں۔ یہاں معتبر شیعہ مآخذ میں موجود متعدد روایتوں میں سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی عظمت شان کے اعتراف، ان کے کامل اتباع، اُن کے حق پر ہونے کی تصدیق اوران سے اپنی دلی محبت کے اظہار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت محمد باقر اور حضرت جعفر صادق نیز (شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق امام غائب) حسن عسکری کی صرف ایک ایک روایت یہاں نقل کی جارہی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ ان حضرات کے شیخین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے اختلافات کی اطلاعات غلط ہیں، جوان حضرات کے مشترکہ بدخواہوں نے گھڑی ہیں اور پھیلائی

ہیں اور ان میں سے اکثر روایتیں اور اطلاعات بہت بعد کی ایجاد اور بلاشبہ غلط ہیں۔

الف: نہج البلاغہ میں (جو حضرت علی کرم اللہ کے اقوال وافادات وکلمات کا معروف ومعتبر مجموعہ ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں:

للّٰہ دَرُّ فلانٍ فلقد: قوم الأود، و داوی العمد، و أقام السنۃ، و خلّف البدعۃ، ذھب نقی الثوب، قلیل العیب، أصاب خیرھا، و سبق شرّھا، أدّی الی اللّٰہ طاعتہ، و اتّقاہ بحقہ، رحل و ترکھم فی طرق متشعّبۃ لا یھتدی فیہ الضال، یستیقن المھتدی (انتھیٰ)

(اظہار الحق، ج:۳، ص: ۹۳۸۔ تحقیق محمد احمد، محمد عبدالقادر ملکاوی (ریاض: ۱۴۱۰ھ)

فلاں شخص کتنا اچھا اور بہترین تھا، کیونکہ اس نے کجی کو سیدھا کیا، سنگین بیماری کا علاج کیا، سنت کو قائم اور جاری کیا، بدعت کی مخالفت کی، دنیا سے پاک دامن گیا، بہت کم عیب والا تھا، بہترین افعال کرتا رہا، برے افعال سے محترز رہا، اللہ کی فرمانبرداری کرتا رہا، اللہ سے اس کے حقوق میں سب سے زیادہ ڈرنے والا تھا۔ خود تو چلا گیا لیکن لوگوں کو منتشر اور پراگندہ چھوڑ گیا کہ اس میں گمراہ کے لیے کوئی ہدایت حاصل کرنے کی صورت اور ہدایت یافتہ کے لیے یقین کی شکل نہیں۔

(بائبل سے قرآن تک، ج:۳، ص:۲۶۔ ترجمہ: مولانا اکبر علی صاحب شرح وتحقیق: مولانا مفتی تقی عثمانی، (کراچی: ۱۳۹۱ھ)

اس روایت میں جس عالی مرتبہ شخص کی بے پناہ تعریف وتوصیف کی گئی ہے وہ کون تھے؟ نہج البلاغہ کے اکثر شارحین خصوصاً علاّمہ بحرانی نے (م ۶۸۱ ـ ۱۲۸۲ م) لکھا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ نہج البلاغہ کے بعض اور شارحین (جو سب شیعہ صاحبان ہیں) کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ ہے۔ دونوں میں سے جو بھی اس سے مراد ہوں، یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حضرات کیسے زبردست اور عالی اوصاف کے حامل تھے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ان اوصاف عالیہ اور کمالاتِ وہبیہ میں، جن کا سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تذکرہ فرمایا ہے، دونوں ہی حضرات اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر تھے۔

ب: محمد باقر کا ارشاد:

کشف الغمہ تصنیف شیخ علی بن عیسیٰ الاربلی (م ۶۹۲ھ ۱۲۹۳ء) میں ہے کہ حضرت ابوجعفر، محمد الباقر سے تلوار پر نقش ونگار بنانے کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا ہاں جائز ہے۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلوار پر نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ سائل نے کہا آپ بھی ابوبکر کو ’’صدیق‘‘ کہتے ہیں؟ یہ سن کر حضرت باقر اپنی نشست سے کود کر اٹھے اور فرمایا: **نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق.** ہاں صدیق تھے، ہاں صدیق تھے، ہاں صدیق تھے۔ اور جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ اس کی کسی بھی بات کو دنیا اور آخرت میں سچا اور سیدھا نہ کرے۔

ج: حضرت باقر کا ایک اور ارشاد:

الفصول المھمہ فی اصول الائمہ (تالیف شیخ محمد بن حسین الحر العاملی) میں حضرت صدیق اکبر سے متعلق، حضرت ابوجعفر (محمد الباقر) کا ایک قول اور منقول ہے۔ لکھا ہے کہ ایک جماعت، چند آدمی خلفائے ثلاثہ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی اور نکتہ چینی میں مصروف تھے۔ ان کی بات سن کر حضرت باقر نے قرآن کریم

کی آیت السابقون الاوّلون اورمہاجرین کے متعلق متعدد آیات کی تلاوت کی اورفرمایاتم ان میں سےنہیں ہو،جن کی قرآن مجید میں تعریف فرمائی گئی ہے،یعنی حضرات خلفائے ثلاثہ اس کا مصداق ہیں اوران میں شامل ہیں،مگراس کے متعلق تبصرے اور بری رائیں رکھنے والےاس جماعت سے خارج ہیں۔جس کواللہ تعالیٰ نے رضوان ومغفرت کی بشارت عطافرمائی ہے۔

د:حضرت جعفرصادق کا فرمان:

امام محمد بن حسن شیبانی ابوحفصہ سےنقل کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی (حضرت باقر)اورجعفر بن محمد (حضرت جعفرصادق) سے حضرت ابوبکروعمررضی اللہ عنہما کی بابت پوچھا،توانھوں نے کہا:وہ دونوں امام تھے،عادل تھے،ہم ان سے محبت رکھتے ہیں اوران کے دشمن سے بیزار ہیں۔اس کے بعد جعفر بن محمد میری طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا:اے سالم کیا کوئی شخص اپنے نانا کو براکہے گا،ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا ہیں۔مجھے میرے جد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو،اگر میں ان سے محبت نہ رکھوں۔

اورابوجعفر (حضرت باقر) سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس نے حضرت ابوبکر وعمررضی اللہ عنہما کی فضیلت کونہ جانا وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل رہا،اوران سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت ابوبکر وحضرت عمررضی اللہ عنہما کی نسبت کیا کہتے ہیں؟

فرمایا: میں ان سے محبت رکھتا ہوں اوران کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں اور میں نے اپنے گھر میں سب کو دیکھا کہ ان سے محبت کرتے تھے۔

نیزان سے پوچھا گیا کہ جولوگ حضرت ابوبکروعمرکو براکہتے ہیں (وہ کیسے ہیں؟) فرمایا:وہ بے دین ہیں۔(۱)

اس طباعت کے حاشیے پر ”ازالۃ الخفاء“ کا صحیح فارسی متن بھی مولانا عبدالشکورلکھنوی کی تصحیح سے درج ہےصرف ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو: ترجمہ ازالۃ الخفاء،ص:۴۰۵/۴،نورمحمد اصح المطابع کراچی: بلاسن

ہ:امام غائب کی نصیحت:

شیعہ صاحبان کے گیارہویں امام،حسن عسکری (بن علی بن محمد،م۲۶۰ھ۔۸۷۴ء) سے منسوب تفسیر قرآن (کشف الحجب) کے حوالہ سے،جملہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام ضروری ہونے اوران کو براکہنے والوں کے لیے ایک بہت واضح اورگویاقولِ ناطق نقل کیا گیا ہے،جوایسے لوگوں کے لیے آئینہ اورسامان عبرت ہے،جوحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے نازیباکلمات زبانوں سے نکالتے ہیں۔فرمایا:

إن رجلا ممن يبغض آل محمد و اصحابه أو واحدا منهم، يعذبه اللّٰه عذاباً لو قسم على مثل خلق اللّٰه لاهلكهم اجمعين.

جوشخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یااصحاب،یاان میں سے کسی ایک سے بھی بغض اوردشمنی رکھے گا،اللہ تعالیٰ اس کوایساشدید عذاب دے گا کہ اگر اس عذاب کوساری مخلوق پرتقسیم کیاجائےتوسب کوہلاک کردے۔(۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اوراس خانوادہ کے جلیل القدراکابراوررہنماؤں کے مذکورہ بالامعتبرارشادات وکلمات

(۱) ”یہ اوراس کے علاوہ اس مفہوم کی متعدد معتبر روایتیں حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں نقل فرمائی ہیں۔ملاحظہ ہو: ازالۃ الخفاء مع ترجمہ: مولانا عبدالشکورکاکوری لکھنوی،ص:۲۲۴،جلداوّل۔عمدۃ المطابع،لکھنؤ: طبع اوّل“

(بقیہ حاشیہ،صفحہ ۳۳پر)

سے عیاں ہوجاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کی اولاد اور گھرانہ اسی طریقہ پر کاربند اور عامل رہے اور اسی طریقہ کو صحیح قابلِ عمل اور اسوۂ نبوی کے مطابق سمجھتے تھے، جو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا (معاذ اللہ) مخالف اور بعد میں ایک مستقل گروہ کا قائد وسردار اور ایک نئے مذہبی طریقہ کا قائد وامام قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان کا اور خلفائے ثلاثہ کا راستہ الگ الگ تھا۔ اور اسی کو بنیاد بنا کر اور بھی بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں مگر یہ روایات صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ خانوادۂ حسنین رض اللہ عنہم اور ان کے اسلاف واخلاف، حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ اور روایات واعمال کی پابندی کو لازم جانتے تھے، ان کے ہی طریقہ پر چلتے تھے، ان کے معمولات اور اُسوہ کو اپنی خوش بختی کا سامان اور ذریعۂ خیر گردانتے تھے، نیز اپنے گھروں اور نسلوں میں ان کی بابرکت یاد کا مسلسل باقی اور تازہ رکھنا ضروری سمجھتے تھے اور اپنی اولادوں کے ان جیسے نام رکھنا اپنے لیے باعث رحمت وسعادت اور نیک فال شمار کرتے تھے۔

خاندانِ حسنین رضی اللہ عنہم کے جلیل القدر اصحاب حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے اپنی خاندانی نسبت اور آبائی رشتہ پر فخر کرتے تھے اور ان کی اولاد میں رشتہ داریوں کو، ان کے داماد بننے کو، اپنے اور اپنے گھرانوں کے لیے سامان خیر و برکت قرار دیتے تھے۔

ایسے ایک دو واقعات یا رشتے نہیں بلکہ ایسے ناموں کے اعادہ وتکرار اور ایسے رشتوں کے تواتر واہتمام کی ایک لمبی تاریخ ہے، جس سے یہ بات کھل کر آئینہ ہوکر سامنے آتی ہے۔ اس میں کسی بھی طرح کا کوئی شک وشبہ اور تاریخ وثبوت کے لحاظ سے ادنیٰ تامل باقی نہیں رہتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ان کا خانوادہ گرامی اور ان کے تمام قابل ذکر اخلاف و اولاد اسی عقیدہ کو مانتے تھے، اسی طریقہ اور دین کے ان ہی تمام اصولوں اور نظام کو تسلیم فرماتے اور ان کے مطابق عمل رکھتے تھے جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا طریقہ، عقیدہ اور عمل تھا۔ یقیناً حضرت علی اور ان کا گھرانہ اور ان کی بعد کی نسلیں اس سے علیحدہ ہونے کو برا بلکہ ناجائز اور گناہ سمجھتی تھیں۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی محبت ونسبت خانوادۂ علی کرم اللہ وجہہ کے لیے دین صحیح سے وابستگی کی ایک علامت تھی اور وہ ان سے متواتر وابستگی کو حضرت سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کے برابر جانتے تھے، اسی لیے اس تعلق کو سرمایۂ حیات اور مقصد زندگی سمجھتے تھے۔

(جاری ہے)

(بقیہ صفحہ ۳۲) (۲) ”یہ تمام روایتیں اقتباسات اور حوالے، مناظر اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے اپنی معرکہ آرا تصنیف اظہار الحق میں نقل فرمائی ہیں۔ یہ کتاب ڈیڑھ سوسال سے مسلسل چھپ رہی ہے، اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، مگر ان حوالوں کی صداقت اور استناد کو کوئی بھی چیلنج نہیں کرسکا۔ نیز اس قسم کی متعدد روایتیں، خصوصاً آخر میں درج حضرت حسن عسکری کا قول، محسن الملک سید مہدی علی خاں نے بھی آیات بینات میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: آیات بینات، جلد اوّل، (یونائیٹڈ پریس لکھنؤ: ۱۳۵۱) یہی طباعت راقم کے سامنے ہے۔“